

اسلام میں فرقہ بندی کے اصل مجرم کون؟؟؟

کوکن فاؤنڈیشن بھینڈی کی جانب سے شائع ہونے والے
ایک گمراہ کن کتابچہ کے رد عمل کے طور پر

از

محمد عاقب کھربے قادری ثقفانی

من جانب

امام شافعی اکیڈمی، نظا میپور، بھینڈی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله ﷺ

اسلام میں فرقہ بندی کے اصل مجرم کون؟؟؟

کوکن فاؤنڈیشن بھینڈی کی جانب سے شائع ہونے والے
ایک گمراہ کن کتابچے کے رد عمل کے طور پر

از
محمد عاقب کھر بے قادری ثنائی
مدرس جامعہ حراء، مہاپولی، تعلقہ بھینڈی۔

من جانب
امام شافعی اکیڈمی، نظامپور، بھینڈی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ الکرام

اجمعین ۵ اما بعد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ“ ۵

(ترجمہ) ”دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک خوب روشن ہو چکی ہدایت کی راہ گمراہی سے، تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی مضبوط گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔“ (پارہ ۳، سورہ بقرہ، آیت: ۲۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ ہدایت کی راہ گمراہی کی راہ سے خوب روشن اور الگ ہو چکی۔ اب لوگوں کو چاہئے کہ ہدایت کو اپنائیں اور گمراہی سے پرہیز کریں۔ مگر شیطان اور اس کی ذریت یہ نہیں چاہتی کہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں اس لیے وہ اور اس کی ذریت مسلسل اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا فرق ہی لوگوں کے نزدیک ختم ہو جائے اور لوگ گمراہی کو گمراہی نہ سمجھیں۔ اس طرح بڑی آسانی کے ساتھ لوگ گمراہ ہوتے چلے جائیں۔ اس لیے کہ جب حق و باطل کا فرق ہی ختم ہو جائے گا تو آخر کوئی حق کو اپناتے ہوئے باطل سے بچے گا کیسے؟

شیطان کی ذریت اور فوج نہ صرف شریر جنوں میں ہے بلکہ انسانوں میں بھی ہے جو شیطان کے اس مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں دن رات کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”الَّذِي يُؤَسُّوْا فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ ۵
(ترجمہ: (خناس) ”جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی۔“

(سورۃ الناس، آیت: ۶-۵)

انسانی خناس کا یہ گروہ شیطان کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے بھولے بھالے مسلمانوں کے سامنے حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کے اصل اور بنیادی اختلاف کو غیر ضروری اور فرعی قرار دینے کی سازش رچے ہوئے ہے۔ انہیں جیسوں سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

”وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ“

(ترجمہ) ”اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ حالاں کہ تم لوگ جانتے ہو۔“

(سورۃ بقرہ، آیت: ۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے

گی۔ ایک جماعت کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! نجات پانے والی ایک جماعت کون سی ہوگی؟ فرمایا: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي یعنی یہ جماعت اُس عقیدے پر ہوگی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔“ (ترمذی شریف، حدیث: ۲۸۵۳، مشکوٰۃ شریف، حدیث: ۱۷۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک (سیدھی) لکیر کھینچی پھر فرمایا: ”یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔“ پھر اسی سیدھے خط کے دائیں بائیں اور چند (ترچھی) لکیریں کھینچ کر فرمایا: ”کہ یہ بھی راستے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔“ پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی (ترجمہ) ”یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس سیدھی راہ سے جدا کر دیں

گے۔“ (سورۃ انعام، آیت: ۱۵۳)

(مسند احمد، حدیث: ۴۲۲۵، سنن دارمی، حدیث: ۲۰۸، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث: ۱۶۶)

اصل مجرم کون؟ آج ہر گروہ فرقہ بندی کی مذمت و مخالفت کا دم بھرتا ہے، ملت کے افتراق و انتشار کا رونا تو ہر کوئی روتا ہے، مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ فرقہ بندی کا صحیح مفہوم کیا ہے اور امت کے افتراق کے اصل مجرم کون ہیں۔

جب کوئی گروہ صحیح اسلامی عقائد و نظریات سے ہٹ کر اپنے لیے کچھ نئے عقائد و نظریات گڑھ لیتا ہے تو یہ گروہ ایک نئے فرقے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اسی فرقہ بندی کی مذمت کی گئی ہے۔ یہی لوگ گمراہ، بد مذہب، بد دین، بد عقیدہ، بدعتی وغیرہ الفاظ سے جانے جاتے ہیں۔

ان میں سے ہر فرقہ مسلمانوں میں اپنے باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات پھیلانے کے سلسلے میں حق و باطل کے امتیاز کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ ملت کی زبوں حالی اور انتشار کا رونا رو کر لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنا اور ’رواداری‘، ’بھائی چارہ‘ جیسے خوبصورت الفاظ کے چور دروازے سے مسلمانوں کی دولتِ ایمان پر ڈاکہ زنی کرنا ان گمراہوں کی بنیادی پالیسیوں میں سے ایک ہے۔

ایسے میں علمائے حق کا یہ فریضہ ہے کہ وہ حق و باطل کے امتیاز کو باقی رکھنے کی کوشش کریں، مسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہیوں سے آگاہ کریں اور انہیں حق پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو بُرا کہا جائے تو فرض ہوگا کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے تو اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت

ہے۔ اللہ نہ اُس کی کوئی فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل۔“

(الجامع لاخلاق الراوی، حدیث: ۱۳۶۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب گمراہیاں ظاہر ہوں اور اس اُمت کے بعد والے اُمت کے پچھلوں پر لعن طعن کریں تو اُس وقت جس کے پاس علم ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے علم کو پھیلانے، اس لیے کہ اُس وقت علم کو چھپانے والا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کو چھپانے والے کی طرح ہے۔“ (جسے آگ کی لگام پہنائی جائیگی۔ کما فی فیض القدیر للمناوی)

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق، جلد: ۵۴، صفحہ: ۸۰)

مگر جب علمائے کرام لوگوں کے سامنے حق و باطل کا صحیح امتیاز پیش کرتے ہیں اور گمراہوں، بددینوں کی مذمت و مخالفت کرتے ہیں، لوگوں کو اُن کی گمراہیوں سے آگاہ کرتے ہیں تو فرقہ بند گروہ ان ہی علما کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ انہیں فرقہ بندی کرنے والا اور امت میں افتراق و انتشار پھیلانے والا قرار دیتے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں ”الٹا چور کو تو وال کو ڈانٹے۔“ جب کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے جسم میں بیماری کے جراثیم پاتا ہے تو وہ مریض کو انٹی بائیوٹک ڈوز دے کر ان جراثیم کو ختم کرتا ہے۔ حالانکہ جراثیم بھی اللہ ہی کی ایک مخلوق ہے مگر اس مخلوق خدا کو قتل کرنے والا ڈاکٹر قاتل و ظالم نہیں بلکہ رہبر و مسیحا ہی کہلاتا ہے، اس لیے کہ وہ ایسا کر کے مریض پر احسان و بھلائی کرتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح علمائے کرام روحانی طبیب بن کر انٹی بائیوٹک ڈوز کے طور پر اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان پھیلے ہوئے گمراہی اور بدعقیدگی کے جراثیم کو ختم کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اہل باطل کی تردید کر کے ملت اسلامیہ کو ایمان کے ان لٹیروں سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔ لہذا یہ علمائے حق بھی رہبر و مسیحا ہی کہلائیں گے۔ انہیں

فتنہ پرور اور جھگڑالو کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ علمائے حق کا یہ احسان ہے ہم مسلمانوں پر کہ وہ نیابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ہمیں بروقت فتنوں سے آگاہ کر کے ہمارے ایمان و عقیدے کی حفاظت کا سامان کرتے ہیں۔ مگر یہاں تو الٹی ہی گنگا بہتی ہے۔ نئے عقائد گڑھ کر دین میں اختلاف و فساد کی بنیاد بھی خود رکھیں اور بھائی چارے و رواداری کے علمبردار بھی خود ہی بنیں۔ انہی جیسوں سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ“

ترجمہ: ”جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! وہی فساد ہی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔“ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱)

قرآن و احادیث میں گمراہی اور گمراہوں کی مذمت:

گمراہی اور بدعقیدگی ایک ایسا بدترین جرم ہے جو بندے کو جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا ناقابل نظر انداز گناہ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ نہی عن المنکر کے تحت جس طرح لوگوں کو دیگر بد اعمالیوں سے روکنا ضروری ہے بدعقیدگی اور گمراہی سے روکنا اُس سے کئی گنا زیادہ ضروری ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتُ

مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ“

ترجمہ: ”وہ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے نکالے اور کئی گروہ ہو گئے۔ اے محبوب تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہ انہیں (اس کا انجام) بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔“ (الانعام: ۱۵۹)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ”اے عائشہ! وہ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے نکالے اور کئی گروہ ہو گئے۔ وہ بد مذہب اور بد عقیدہ لوگ ہیں جن کے لیے کوئی توبہ نہیں۔ میں اُن سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔“

(رواہ الطبرانی فی الصغیر و اسنادہ جید، مجمع الزوائد، حدیث: ۱۱۰۰۸)

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بد مذہب تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بُرے لوگ ہیں۔“

(حلیۃ الاولیاء، جلد ۸، صفحہ: ۲۹۱، الصواعق المحرقة، صفحہ: ۷)

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بد مذہب جہنمیوں کے کُتے ہیں۔“

(رواہ الدار قطنی فی الافراد، جمع الجوامع، حدیث: ۷۸۷۴، الصواعق المحرقة، صفحہ: ۴)

(۵) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خوارج جہنم کے کُتے ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۷۸)

اکابر علمائے اہل سنت مثلاً علامہ شامی حنفی، علامہ سید احمد ابن زینی دحلان شافعی، علامہ صاوی مالکی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے ”نجدی وہابی“ فرقے کو خوارج ہی کی ایک شاخ اور جدید شکل قرار دیا ہے۔

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ زکوٰۃ نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، بلکہ نہ کوئی نفل عبادت قبول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی فرض عبادت۔ بد مذہب دین اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، حدیث: ۵۱)

(۷) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی بد مذہب کو عزت دی تو

بے شک اس نے دین اسلام کو ڈھانے میں مدد دی۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، حدیث: ۱۸۹)

اس لیے کہ کسی بد عقیدہ گمراہ کی تعظیم کرنا یا اُسے عزت دینا اُس کی گمراہی کی عزت کرنے کے مترادف ہے اور یہ اُس گمراہ کی حوصلہ افزائی ہے جس میں اسلام و سنت کا نقصان ہے۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: ”جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اُس سے تُرش روئی سے پیش آؤ۔ اس لیے کہ اللہ ہر بد مذہب کو اپنا دشمن رکھتا ہے اور ان میں سے کوئی بھی پل صراط سے گزر نہ سکے گا مگر یہ لوگ مکھیوں اور ٹڈیوں کی طرح جہنم میں گرتے رہیں گے۔“

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق، جلد: ۴۳، صفحہ: ۳۳۷)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ”آخری زمانے میں کچھ ایسے جھوٹے اور دھوکے باز لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے گمراہی کی ایسی باتوں کو پیش کریں گے جنہیں نہ کبھی تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ داداؤں نے۔ لہذا تم اُن سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔“ (رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ، حدیث: ۱۶)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: ”آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ لوگ میرے صحابہ کو بُرا کہیں گے اور اُن سے بغض رکھیں گے۔ تو تم لوگ اُن کی صحبت میں نہ بیٹھو، نہ اُن کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ اُن کے ساتھ شادیاں کرو، نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھو اور نہ ہی اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔“

(کنز العمال، جلد: ۱۱، صفحہ: ۵۴۰-۵۲۹)

یہ حکم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے متعلق ہے جن

کی تکفیر سے علما احتیاط کرتے ہیں۔ سمجھ دار تو اشاروں کی زبان سمجھتا ہے حالانکہ یہ حدیث بالکل صاف اور واضح ہے۔ اسی سے اندازہ کر لیں کہ وہ فرقہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف ہضم نہیں ہوتی، جو لوگ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی میں توحید کی حفاظت سمجھتے ہیں، جن کی زبان و قلم تو بہین رسالت جیسے ناقابل معافی جرم کی مرتکب ہیں، اُن سے متعلق شریعت کے کتنے سخت احکامات ہوں گے۔

عقل کے لیے کافی ہے اک حرف اشارہ

کافی نہیں نادان کو دفتر نہ رسالہ

(۱۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ط“

ترجمہ: ”تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ وہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے دشمنی کی، اگرچہ وہ (دشمنی کر نیوالے) اُن (ایمان والوں کے) باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتے دار ہوں۔“ (سورہ مجادلہ: ۲۲)

اس آیت میں کامل ایمان والوں کی یہ شان بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ہرگز دوستی یا بھائی چارے کا معاملہ نہیں کریں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ بمطابق ۱۲۱۰ء) فرماتے ہیں: (ترجمہ) ”مطلب یہ ہے کہ ایمان (کامل) اللہ کے دشمنوں کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کوئی شخص اگر کسی سے (سچی) محبت کرتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دشمنوں سے بھی دوستی کرے۔“ (مفتاح الغیوب، معروف بہ تفسیر کبیر عزیز آیت مذکورہ۔)

اوپر پیش کی گئی احادیث میں گمراہوں کو گھلے الفاظ میں اللہ کا دشمن کہا گیا ہے۔ لہذا

کوئی پختہ ایمان والا ہرگز بد عقیدوں اور گمراہوں سے دوستی یا میل ملاپ نہیں کر سکتا، اگرچہ بد عقیدہ لوگ اُس کے باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان والے ہوں، جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔ جو خوش نصیب لوگ اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اُن کے دشمنوں اور گمراہوں سے قطع تعلق کرتے ہیں، اور اس بارے میں رشتے داری کی بھی پرواہ نہیں کرتے، انہیں بشارت دیتے ہوئے اُسی کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ طَوَّيْدَ خِلْمَهُمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِدِينَ فِيهَا طَرْضَى اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ طَأُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ط أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔“

(ترجمہ) ”یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی، اور انہیں (جنت کے) باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی اللہ کی جماعت ہے، خبردار! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔“ (سورہ مجادلہ: ۲۲)

(۱۲) ”هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرُهُمْ ط قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔“

(ترجمہ) ”وہ دشمن ہیں تو اُن سے بچتے رہو، اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔“

(سورہ منافقون: ۴)

بزرگوں کے ارشادات:

(۱۳) امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے فرمایا:

”ما زالت الصحابة و التابعون فمن بعدهم يهجرون من خالف

السنة او من دخل عليهم من كلامهم مفسدة۔“

ترجمہ: ”صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے بزرگان دین نے ہمیشہ اُن لوگوں سے قطع تعلق کیا

ہے جنہوں نے عقیدہ سنت کی مخالفت کی یا اپنے گمراہ کن کلام سے لوگوں میں فتنہ فساد برپا کیا۔“ (تنویر الحوالک شرح الموطا للامام مالک، جلد اول، صفحہ: ۶۵۵)

(۱۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مسافر مسجد نبوی میں آیا، جب رات ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے اپنے گھر لے گئے، اُس کے لیے چراغ جلایا اور اُس کے سامنے کھانا رکھوایا۔ دورانِ گفتگو اُس اجنبی نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے بد مذہبی کی بو آتی تھی، فوراً آپ نے چراغ بجھا دیا، اس کے سامنے سے کھانا اٹھوا دیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گھر سے باہر نکال دیا۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۹۳۹۸)

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، آپ نے فرمایا کہ: ”اُس کے تعلق سے میں نے سنا ہے کہ وہ بد مذہب ہو گیا ہے، تو اگر وہ واقعی ایسا ہے تو میری طرف سے اُسے سلام مت کہنا۔“

(ترمذی، حدیث: ۲۳۰۵ - ابن ماجہ، حدیث: ۴۱۹۸)

(۱۶) مشہور تابعی امام ابو بکر محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو گمراہ شخص آئے اور کہا: اے ابوبکر! ہم آپ کو ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: ”نہیں۔“ کہا: اچھا ہم آپ کے سامنے قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہیں۔ فرمایا: ”نہیں، تم دونوں یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ ورنہ میں خود یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ اس پر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ حاضرین میں سے بعض نے عرض کی: اے ابوبکر! آپ کا کیا جاتا اگر وہ دونوں آپ کو قرآن مجید کوئی آیت سنا دیتے؟ فرمایا: ”مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں مجھے کوئی آیت سنائیں پھر اس میں معنوی تحریف کر دیں اور وہی میرے دل میں بیٹھ جائے۔“ (حلوٰۃ الفتن، صفحہ: ۹۵)

(۱۷) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اکابر تابعین میں سے ہیں، آپ کے پاس

ایک روز ذرا بن عبد اللہ ہمدانی نامی ایک بدعتی آیا اور سلام کیا۔ آپ نے اُس کا جواب نہیں دیا۔ جب اُس نے شکایت کی تو فرمایا: ”یہ شخص ہر روز نئی گمراہی بیان کرتا ہے۔ قسم خدا کی میں اس سے کبھی بات نہیں کروں گا۔“ (میزان الاعتدال، ج ۲، صفحہ ۳۲)

(۱۸) امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں کسی شخص نے گمراہ کن بات کی جس سے اُس کا خارجی ہونا ظاہر ہو گیا تو آپ نے اُسے اپنی مجلس سے نکلوا دیا۔

(فتاویٰ دملی شافعی، بلب فی مسائل شتی، ج: ۴)

(۱۸) حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو کسی گمراہ سے محبت کرے گا اللہ اُس کے اعمال برباد فرمائے گا اور اس کے دل سے نور اسلام نکال دے گا اور جس شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کسی بد مذہب سے کیا تو اس نے اپنی بیٹی سے قطع رحمی کی اور جو کسی بد مذہب کے ساتھ بیٹھے گا اللہ اُسے حکمت عطا نہیں کرے گا اور جب اللہ کسی بندے کو کسی گمراہ سے دشمنی کرتا پائے گا تو مجھے امید ہے کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

(تفسیر قرطبی، ج ۷، صفحہ ۱۳)

دعوت انصاف: اوپر کی تمہید کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ حال ہی میں ایک ایڈوکیٹ صاحب کے سر میں بزعم خویش ”اصلاح معاشرہ“ کا سودا سمایا۔ موصوف نے اپنی صدارت میں چلنے والی تنظیم ”کوکن فاؤنڈیشن، بھونڈی“ کی جانب سے ایک کتابچہ بنام ”تحریک اصلاح معاشرہ کے تحت“ شائع کر کے مفت تقسیم کروایا جس پر ”ترتیب کار“ کے تحت خود آں جناب کا نام ”ایڈوکیٹ ندیم پٹیل“ لکھا ہے۔ مضمون کی ابتدا میں ترتیب کار نے ملت کے اختلاف و انتشار کی مذمت کی ہے۔ علاقائی

عصیت کے نقصانات بتائے ہیں۔ مگر پھر ایک ایسی بات لکھ دی جس نے موصوف کے سارے سیکولر پن اور صلح کُلّیت کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ فتنوں، فرقہ بندیوں اور نسل پرستوں کی مذمت کی آڑ میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ انگریزوں کے اُن ایجنٹوں کو مظلوم اور 'ہیرو' بنا کر پیش کیا ہے جنہوں نے ہندوستان میں بدنام زمانہ "تحریک وہابیت" کی بنیاد رکھ کر پورے برصغیر کی ملت اسلامیہ میں فرقہ بندی کی آگ لگا کر رکھ دی ہے۔ کہتے ہیں کہ مُشک اور عشق چھپائے نہیں چھپتا۔ اس مقام پر موصوف نے اپنے باطن کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے۔ آخر کار وہابیت سے اپنے والہانہ عشق کا اظہار کر ہی بیٹھے۔ عربی کا مقولہ ہے مَنْ كَلَّ اِنَاءً يَتَرَشَّحْ مَا فِيْهِ یعنی ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اُس میں ہوتا ہے۔ کتا بچے کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت اسماعیل شہید“ (متوفی ۱۸۳۱ء) اور حضرت سید احمد شہید“ (متوفی ۱۸۳۱ء)

اور ان کے ساتھی (یعنی وہابی) دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے۔“ (صفحہ: ۴)

وہ وہابیہ جنہوں نے تمام سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر اُن کے خلاف جہاد کرنے کا فتویٰ دیا۔ جنہوں نے تمام اولیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں طرح طرح سے گستاخیاں کیں۔ کہیں انہیں ذرہ ناچیز سے بھی کمتر کہا، کہیں چھار سے بھی زیادہ ذلیل بتایا تو کہیں حقیر لکھا۔ بے شمار اولیاء کرام کے مزارات کو زمین دوز کر دیا بلکہ خدائے تعالیٰ کو جھوٹا اور عیبی قرار دیا۔ معاذ اللہ۔ ایسے بدترین گمراہوں کو ان کے پیشواؤں سمیت وکیل صاحب نے دینداری کے لحاظ سے بہتر مجموعہ یعنی سب سے اچھے دین دار قرار دے کر یہ ثابت کر دیا کہ آج بھی یہ امت منافقین کے وجودِ نامسعود سے خالی نہیں۔

وکیل صاحب! جب آپ فرقہ بندی اور انتشار کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں تو آخر آپ نے ایک ایسے فرقے کو دینداری کا بہترین مجموعہ کیسے قرار دے دیا جس کے باطل

مذہب کی بنیاد ہی مسلمانوں کی تکفیر ہے۔ جس کی پوری تاریخ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہے اور آج بھی طالبان جو دراصل وہابی عقائد کے ماننے والے ہیں پاکستان کے سرحدی اور وسطی علاقوں میں خودکش حملوں اور اپنی جارحانہ کارروائی کے ذریعے بے گناہ مسلمانوں کا خون ناحق بہا کر اسی تاریخ کو دہرا رہے ہیں۔

ممکن ہے وکیل صاحب میری ان باتوں کو فرقہ پرستی قرار دے کر گزر جائیں، اس لیے میں تاریخ کے حوالے سے چند ایسے مستند حقائق پیش کرنا چاہوں گا جن کے سامنے کوئی بھی منصف مزاج حق کو قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۱) علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کو اپنے زمانے کے خوارج میں شمار کیا پھر فرمایا: ”کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون و ان من خالف اعتقادہم مشرکون، و استباحوا بذلک قتل اہل السنۃ و قتل علمائہم۔“

ترجمہ: ”جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پر انہوں نے غلبہ حاصل کیا۔ اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ اسی لیے انہوں نے اہل سنت و جماعت کا قتل جائز قرار دیا اور ان کے علما کو قتل کیا۔“ (فتاویٰ شامی المسمی رد المحتار، جلد ۴، صفحہ ۴۴۹، باب البغاة)

(۲) علامہ سید احمد ابن زینی دحلان شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۴ء) کی مشہور کتاب ”الدُّرَرُ السَّیْنِیَّةُ“ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے، جسے پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جب وہابیوں کا بس چلا تو انہوں نے مسلمانوں کے خون سے ایسے ہولی کھیلی اور ظلم و

بربریت کی وہ انتہا کر دی کہ اگر کوئی دلِ دردمند اس پر خون کے آنسو بھی روئے تو کم ہے۔
 ”وقبل ان يملکوا مکة ملکوا القبائل التي حولها والطائف التي حولها. ولما ملکوا الطائف
 فی ذی القعدة سنة ۱۲۱۷ الف و مائتين و سبعة عشر قتلوا الكبير و الصغير و المأمور و الآمر و
 لم یبق الا من طال عمره و كانوا یذبحون الصغير علی صدر أمه. و نهبوا الاموال و سلبوا النساء.“
 (ترجمہ) ”مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کے آس پاس کے قبائل، طائف اور اُس
 کے ارد گرد کے قبائل پر ان و ہابیوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ ۱۲۱۷ھ میں جب طائف میں یہ لوگ
 گھسے تو چھوٹے، بڑے، حاکم و رعایہ سب کو قتل کر ڈالا۔ کچھ معمر حضرات ہی بچ سکے ورنہ بچوں
 کو اُن کی ماؤں کے سینوں پر ذبح کر ڈالا۔ سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور عورتوں کو قیدی بنا
 لیا۔“ (الذُرُرُ السَّیِّئَةُ، صفحہ: ۴۸، مطبوعہ: مکتبة الحقیقة، استنبول، ترکی)

ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی کتابوں اور اُس کے نظریات
 کا خلاصہ کیا اور ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ہے ”تقویۃ الایمان“۔ یہی وہ کتاب ہے
 جس نے برصغیر یعنی موجودہ بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ کے مسلمانوں میں افتراق و
 انتشار کی ایک ایسی لہر دوڑادی جس کا اثر آج تک قائم ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت کو جگہ
 جگہ نہ صرف مشرک قرار دیا گیا ہے بلکہ شرک میں ابو جہل کے برابر بتایا گیا ہے۔ اسی کتاب
 میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مرکز مٹی میں ملنے والی بات لکھی گئی ہے۔ یہی وہ کتاب
 ہے جس میں تمام اولیائے کرام اور انبیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام کو ذرۃ ناچیز سے بھی کمتر
 بلکہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

اسماعیل دہلوی نے جب یہ کتاب لکھی تو اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ ایک
 میٹنگ کی۔ اس میٹنگ میں سب کی اتفاق رائے سے اس کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔
 اس بات کا ذکر ”ارواحِ ثلاثہ“ نامی کتاب میں موجود ہے جو اسماعیل دہلوی ہی کی ماننے والی

ایک جماعت کے نزدیک انتہائی مستند و معتبر ہے۔ میٹنگ میں تقویۃ الایمان کے مصنف نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذراتیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً جو امور شرک خفی تھے انہیں شرک جلی لکھ دیا گیا، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی..... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔“

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۸۱-۸۰، حکایت ۵، کتب خانہ امداد الغربا، سہارنپور)

یعنی خود مصنف کو اس بات کا احساس و اعتراف تھا کہ اُن کی تصنیف ’تقویۃ الایمان‘ کی اشاعت سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور ملت کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ مگر انہیں ان سب باتوں کی فکر کہاں؟

ع شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یہ وہ دور تھا جب ہندوستان کے اکثر علاقوں پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا، مگر افغانی سرحدی علاقے کے پٹھان اب بھی آزاد اور خود مختار تھے۔ انگریزوں کا اُن پر کوئی زور نہیں چل رہا تھا۔ لہذا انگریزوں نے وہابیوں کو پٹھانوں کے خلاف استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تقویۃ الایمان کی تصنیف بھی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ سر سید احمد خان اپنے مقالات جلد ۹، صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں: ”انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اتنی اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی سے کروا کر ۱۸۲۵ء میں (مصنف کی زندگی میں) لندن سے شائع کیا۔..... چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیائٹک سوسائٹی لندن کے رسالہ ج: ۱۲، ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا۔“

(بحوالہ: ازالہ فریب، صفحہ ۴۴)

اس واقعے کو کچھ کم دو سو سال گزر گئے مگر انگریزوں کی لگائی ہوئی فرقہ بندی کی آگ آج تک سرد نہ ہو سکی، اس لیے کہ جس گمراہ کن کتاب کے ذریعے انگریزوں نے یہ کام لیا

تھا، اور جو سارے فساد کی جڑ اور بنیاد ہے وہ فتنہ انگیز کتاب ”تقویۃ الایمان“ آج تک چھپ رہی ہے۔ برصغیر میں وہابی فرقے کے تمام گروپ خواہ وہ دیوبندی یا تبلیغی ہوں، غیر مقلد، یا اہل حدیث، سلفی، یا جماعت اسلامی کہلاتے ہوں، سارے وہابی اس کتاب کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ شائع کر کے بقیہ یا بلا قیمت زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی ہر لائبریری میں، ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں یہ کتاب بآسانی دستیاب ہے۔ گویا جو کام عیسائی انگریز ادھورا چھوڑ گئے اُسے اُن کی پیدا کی ہوئی قوم پورا کرنے میں لگی ہے۔

اُس زمانے میں انگریزوں کی ایما پر اسماعیل دہلوی اور ان کے پیرو سید احمد رائے بریلوی نے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا۔ کچھ عرصہ میں انہوں نے اپنے ماننے والوں کی ایک فوج تیار کر لی اور انہیں یہ باور کرایا کہ ہندوستان میں شرک عام ہو چکا ہے، لہذا جہاد کر کے اس شرک کو مٹانا ضروری ہو گیا ہے۔

چونکہ یہ ساری کارروائی انگریزوں کے اشارے پر ہو رہی تھی اسی لیے سرمایہ اور راشن وغیرہ بھی انگریز ہی فراہم کر رہے تھے چنانچہ جب وہابیوں کا یہ قافلہ بنام جہاد چل پڑا تو راستے میں جگہ جگہ انگریزوں کے کارندے قافلے والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتے۔ ذیل میں وہابیوں ہی کی ایک مستند کتاب کا حوالہ درج کیا جاتا ہے جو ہماری ان باتوں کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

مولوی ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب سیرت سید احمد، حصہ: اول، صفحہ: ۱۹۰، پر لکھتے ہیں:

”اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند بالکیوں میں کھانا رکھے کشتی

کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت (سید احمد) نے کشتی پر سے

جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اتر اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر

پہنچا اور مزاج برسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔“ اھ۔

نہ تم صدے ہمیں دیتے، نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مذکورہ بالا عبارت کو علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل کر کے اپنے ان الفاظ میں اس پر تبصرہ فرمایا:

مندرجہ بالا عبارت نے اسماعیلی نام نہاد تحریک جہاد کو اس قدر غریاں و بے نقاب کر دیا کہ اب اس جنگ زرگری کی کوئی بھی کڑی محلِ خفا میں نہ رہ گئی۔ بار بار اس عبارت کو پڑھئے اور اندازہ کیجئے کہ سید (احمد رائے بریلوی) صاحب اور اسماعیل صاحب انگریزوں کے اشارے پر کیسا دلفریب ڈرامہ کھیل رہے تھے۔

مجاہدین تو لڑنے کے لیے جا رہے ہیں مگر انگریز ہر منزل پر کھانا ناشتہ لیے حاضر ہے اور گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں مسلسل تین روز تک سید صاحب کی آمد کا انتظار ہوتا رہا۔ ادب و احترام کا یہ عالم کہ انگریز ٹوپی ہاتھ میں لے کر حاضر ہوا۔ (انگریزوں کے یہاں ادب کا یہی طریقہ ہے) کھانا تھوڑا سا نہیں بلکہ چند پالکیوں میں لیکر حاضر ہوا جو پورے قافلے پر تقسیم کر دیا گیا۔ سید صاحب انگریز سے اس قدر گھل مل گئے ہیں کہ اب مولانا صاحب نہیں بلکہ پادری صاحب ہو گئے۔

انگریز نے پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں تو سید صاحب نے بلا تامل جواب دیا

کہ میں یہاں موجود ہوں۔ خیال فرمائیے، اس سوال و جواب میں کوئی اجنبیت و بیگانگی نہیں محسوس ہو رہی ہے بلکہ یہی سوال و جواب کسی پرانی رسم و راہ کی روشن دلیل ہیں۔ انگریز کے علم میں یہ بات ہے کہ آج ہمارے زر خرید غلاموں کا قافلہ ادھر سے گزرے گا اور پادری صاحب (سید احمد صاحب) کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے ان داتا (انگریز) ہماری خاطر تواضع کے لیے حاضر باش ہوتے رہیں گے۔

یہ الٹی منطق سمجھ میں نہ آئی کہ جہاد کے لیے تو سید صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب جا رہے ہیں مگر راشن کا انتظام انگریز بہادر کے ہاتھ ہے۔ انگریز دس پانچ منٹ نہیں بلکہ مسلسل تین گھنٹے تک امیر کارواں کی خدمت میں حاضر رہا۔ بڑا غضب کیا مولانا ابوالحسن علی ندوی نے جنہوں نے اس گفتگو کا تذکرہ نہ کیا۔ غالباً یہ بات ان کے بھی علم میں نہ ہوگی کہ انگریز اور پادری صاحب کے درمیان کیا گفتگو رہی۔ شاید یہی وہ مقام ہے جس کے لیے کسی شاعر نے کہا۔

ع یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

(خون کے آنسو، صفحہ ۲۵ تا ۲۷، مطبوعہ: رضوی کتاب گھر، دہلی)

المختصر انگریزوں کے ریزہ خواروں کا یہ قافلہ سرحدی علاقے میں داخل ہوا تو پٹھانوں کے ساتھ ان لوگوں کی کئی خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار پٹھانوں نے انگریزوں کی بھیجی ہوئی اس بد عقیدہ فوج کو شکست فاش دے دی۔ سید احمد رائے بریلوی کے ساتھ ان کے مرید مولوی اسماعیل دہلوی بھی مارے گئے، اس طرح وقتی طور پر ان لوگوں کا فتنہ ختم ہو گیا۔ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے تقریباً ۲۶ سال پہلے کا ہے۔ یہ واقعہ مئی ۱۸۳۱ء میں رونما ہوا اور اعلیٰ حضرت کی پیدائش جون ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ دہابیوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی

پٹھانوں کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے بلکہ سکھوں کے ہاتھوں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ لہذا ذیل میں مزید حوالے جات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اس پروپیگنڈے کا بھی پردہ فاش ہو جائے گا۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ مستند تاریخی حوالوں کی روشنی میں رقمطراز ہیں ”مولوی اسماعیل دہلوی نے سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں ساتھ لے کر ”جہاد“ کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی، پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے ٹکڑے لیے بغیر صوبہ سرحد کا رخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خان سے جہاد کیا۔“ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، صفحہ: ۲۷۰)

پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے جیالے مسلمان پٹھان پائندہ خان سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا اور جب اُس نے بیعت سے انکار کیا تو اُس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اُس پر چڑھ دوڑے۔ پائندہ خان نے (جو تمام عمر سکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں سے صلح کر لی اور دو پلٹن فوج لے کر مجاہدین کو شکست فاش دی اور اپنے علاقے سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی، سید احمد اور ان کے ساتھیوں نے ”پنج تار“ کا رخ کیا۔ (تاریخ تناولیاں، صفحہ ۵۴ تا ۵۷)

(پنج تار کے) سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہابیانہ عقائد، بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ پٹھان خواتین کے جبری نکاح وغیرہ ذالک وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیرت مند پٹھانوں کو مشتعل کر دیا۔

(حیات طیبہ، صفحہ: ۳۵۶، از: مرزا حیرت دہلوی)

”خون کے آنسو“ نامی کتاب صفحہ ۳۲-۳۳ میں ایک تاریخی اقتباس نقل ہے:

”سید احمد اور مولوی اسماعیل جب مقام پنج تار پہنچے تو وہاں کے رئیس فتح خان نامی نے (جنگ وجدال سے بچنے کے لیے) شروع میں ان لوگوں کی خاطر تواضع کی اور یہ لوگ چند دنوں وہاں رہے لیکن ان دونوں نے وہاں کے لوگوں پر ظلم و ستم شروع کیا، ان کو بد عقیدہ، بد مذہب ٹھہرایا۔ بات بڑھ گئی تو (تنگ آمد جنگ آمد کے مصداق) پٹھانوں نے ان کو وہیں ختم کر دیا۔ یہ لوگ ظلم و ستم کی وجہ سے پٹھانوں کے ہاتھ مارے گئے۔“

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا

وہ شہید لیلے نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے)

جو ظلم و ستم کے باعث صحیح العقیدہ پٹھانوں کے ہاتھوں مارا گیا اور جس کے دامن پر نہ جانے کتنے بے گناہ مسلمانوں کے خون کی چھینٹیں آہ و فغاں کر رہی ہیں اسی ظالم، بد عقیدہ مذبح کو آج شہید کا لقب دیا جا رہا ہے اور لاکھوں غریب مسلمانوں کی بے کسی و بربادی کی خونی داستان کو یک لخت دریا برد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر واضح رہے ۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ

یوں نہ کہئے سرخی خونِ قتلیاں کچھ نہیں“

اس مقام پر وکیل صاحب نے ایک بات کا اعتراف کیا ہے کہ سرحدی پٹھانوں کا وہابیوں سے تصادم ہوا تھا اور کچھ وہابی قتل بھی ہوئے، مگر یہ بات گول کر گئے ہیں کہ آیا اس لڑائی میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد مارے گئے تھے یا نہیں۔ لکھتے ہیں:

”وہ سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بنا لیا تو وہاں کے

کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات آگئی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ہیں، ان کی بات یہاں کیوں چلے؟ انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی، ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر

دئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پنے کو توڑ دیا۔ اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کر دیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔“ (صفحہ: ۴)

اس مقام پر وکیل صاحب اصل حقیقت کو چھپا کر اس لڑائی کو نسلی تعصب اور علاقائیت کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہابیہ خود اپنے علاقے سے جہاد کے نام پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لیے سرحدی علاقے میں داخل ہوئے تھے۔ پہلی لڑائی حاکم یاغستاں یا محمد خان سے ہوئی تھی، پھر پاسبندہ خان سے دودوہا تھ ہوئے۔ جب وہاں سے بھی بھگائے گئے تو پنج تار کے مقام پر ڈیرہ ڈال دیا۔ مگر جب ظلم و ستم کی انتہا کی گئی تو پٹھانوں نے ان کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ ان ساری باتوں کے حوالے گزر چکے، کوئی بھی بات ہم نے بغیر حوالے کے نہیں کہی۔ مگر افسوس کہ وکیل صاحب اپنی بات کے ثبوت میں کوئی غیر معتبر حوالہ بھی نہیں پیش کر سکے۔

سورج کی روشنی میں، اندھا اگر نہ دیکھے

ظالم تمہیں بتاؤ، سورج کی کیا خطا ہے

ہمارے پیش کردہ دلائل کی بنا پر اب یہ بات دن کے اجالے کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ وہابیوں کے امام اور پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے اور اپنے ساتھ ملانے کے لیے اپنی لڑائی کو جہاد کا خوبصورت نام دئے رکھا تھا۔ حقیقت میں انگریزوں کے سیاسی مفادات کا تحفظ ان کا مقصد اصلی تھا۔ مگر وکیل صاحب تاریخ کی اس ثابت شدہ تلخ حقیقت پر کس دیدہ دلیری کے ساتھ پردہ ڈال رہے ہیں۔ بے باکی بلکہ بے حیائی کی انتہا ہے کہ جھوٹ بولا بھی تو ایسا جو دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اگر واقعی لاعلمی تھی تو کاش کہ موصوف مستند تاریخی کتب کا مطالعہ کرتے، ورنہ کم از کم ہم ہی سے آکر دریافت کر لیتے۔ محض کامیاب وکیل ہونا اسلامیات

میں لب کشائی کرنے کے لیے کافی نہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی وکیل جو ڈاکٹر نہیں ہے آپریشن کرنا شروع کر دے۔

ع ”کو اچلا ہنس کی چال، تو اپنی چال کو بھول گیا“

واقعہ دراصل یہ ہے کہ وہابیوں میں علم اور مولویوں کی شروع ہی سے کمی رہی ہے۔ مگر اب یہ کمی کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔ اسی لیے ”مرتا کیا نہ کرتا“ کے مصداق اب مجبوراً یہ لوگ ڈاکٹروں اور وکیلوں کو میدان میں اتار رہے ہیں۔

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف یہ پالیسی اپنائی جا رہی ہے کہ زخم بھی خود لگاؤ اور قصور وار بھی زخمی ہی کو ٹھہراؤ۔ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر پھر دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر امریکہ اور اُس کے ہم خیال یورپی ممالک مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف ہیں۔ اصل دہشت گرد وہ خود ہیں، مگر اپنے اس اقدام کو ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ جیسا خوبصورت نام دے کر اپنا دامن بچا رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں دھماکوں کے ذریعہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مارے بھی جاتے ہیں مسلمان، اور جیل بھی مسلمانوں ہی سے بھرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنے دامن کے داغ سے اگر توجہ ہٹانی ہے تو دوسروں کے دامن پر کیچڑ اچھالا جائے۔ ٹھیک یہی پالیسی اہل سنت کے خلاف ان وہابیوں نے اپنا رکھی ہے۔ اپنی زہریلی کتابوں سے امت کو فرقوں میں بانٹا خود ان لوگوں نے، مسلمانوں کا قتل عام کیا خود ان ہی لوگوں نے، اور اب یہی لوگ علمائے اہل سنت کو فرقہ بند اور ملت کے انتشار کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ اور خود اتحاد و بھائی چارے کے ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہیں۔ ایسے ہی کسی موقع کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

تکفیر مسلمین کا شاخسانہ:

آگے چل کر وکیل صاحب نے تکفیر کی بحث چھیڑ دی ہے۔ تکفیر کا مطلب ہے کسی کو کافر کہنا یا کسی کو کافر قرار دینا۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے چند باتوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ قارئین سے خصوصی توجہ کی گزارش ہے۔

گمراہوں، بد مذہبوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسا بد مذہب جس کی بد عقیدگی کفر کی حد تک پہنچ چکی ہو۔

(۲) ایسا بد مذہب جس کی بد عقیدگی اور گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔

پہلی قسم کا بد مذہب کافر و مرتد ہے اور وہ سارے احکامات اس پر جاری ہوں گے جو مرتد سے متعلق ہیں۔ گمراہی کی یہ قسم سب سے بدترین ہے۔

دوسری قسم کا گمراہ جس کی گمراہی کفر کی حد تک نہیں پہنچی وہ مسلمان ہے مگر گمراہ، بد مذہب اور بد عقیدہ مسلمان ہے۔ شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۹ھ) نقل فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ”صاحب طریقہ محمدیہ نے فرمایا: وہ گمراہی جو کفر نہیں ہر کبیرہ گناہ سے بڑی ہے، یہاں تک کہ زنا کرنے اور کسی مومن کو ناحق قتل کرنے سے بھی بڑھ کے ہے، اور سوائے کفر کے اور کوئی گناہ اس سے بڑھ کے نہیں۔“ (ملخصاً، الْمُعْتَقَدُ الْمُتَنَقِّدُ، صفحہ: ۲۱۸)

شروع میں ہم نے بد مذہبوں کے رد اور مذمت میں جو احادیث و احکام پیش کیے وہ سارے احکام و وعیدیں خاص کر اسی دوسری قسم کے بد مذہب سے متعلق ہیں جبکہ مرتد کے احکام اس سے زیادہ سخت ہیں۔ اگر کوئی اسلام کو قبول کرنے کے بعد پھر کسی کفر میں مبتلا ہو جائے تو ایسے کافر کو ”مرتد“ کہتے ہیں۔ کسی گمراہ کو کافر قرار دینے کا مسئلہ اور ہے اور اس گمراہ سے قطع تعلق کرنے اور اس پر سختی کرنے کا مسئلہ اور ہے۔ بد مذہب اگر اپنی گمراہی میں پختہ ہے تو اس سے میل جول رکھنا ہرگز جائز نہیں اگرچہ اس کی گمراہی کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ یہ ساری باتیں ہم اپنی طرف سے

نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ بزرگوں کی مستند عربی کتابوں میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔ مثلاً آج سے ایک ہزار سال پہلے یعنی سن ۴۲۹ ہجری میں انتقال فرمانے والے ایک شافعی بزرگ امام عبدالقادر ابن طاہر بغدادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ اور معرکہ الآرا کتاب ”الفرق بین الفرق“ میں بد مذہبوں سے متعلق وہ سارے احکام تفصیل سے لکھے ہیں جو اوپر بیان کیے گئے۔ ذیل میں ہم اس کتاب کی ایک عبارت نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں:

”لا تجوز الصلاة عليه و لا خلفه و لا تحل ذبيحته و لا نكاحه لامرأة سنية و لا يحل

للسني ان يتزوج المرأة منهم اذا كانت على اعتقادهم“

ترجمہ: (وہ گمراہ جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو) اُس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اُس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال نہیں۔ کسی سنی عورت کے لیے اُس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی سنی کے لیے جائز ہے کہ وہ اُن کی کسی عورت سے نکاح کرے اگر وہ عورت اُن کے عقیدے پر ہو۔

(الفرق بین الفرق، صفحہ: ۱۱، نیز صفحہ: ۲۲۲، دار الآفاق الجديدة، بیروت.)

اس لیے کہ جس احتیاط کی بنا پر ہمارے لیے اس قسم کے گمراہوں کی تکفیر جائز نہیں اُسی احتیاط کی بنا پر اُن سے شادی بیاہ کرنا، اُن کو مسجد کا امام بنانا، اُن کی نماز جنازہ پڑھنا وغیرہ امور بھی ہمارے لیے جائز نہیں۔

اگر کسی شخص کا وہابی ہونا ثابت ہو جائے تو اُس سے قطع تعلق کے وجوب کے لیے صرف اتنا کافی ہے۔ اگرچہ ہم اُسے کافر نہ کہیں جب تک کہ اُس کا کفر مثلاً توہین رسالت یا توہین پر رضایا گستاخوں کو مسلمان سمجھنا وغیرہ ثابت نہ ہو۔ اس لیے کہ ہر وہابی خواہ اس کی وہابیت کفر کی حد میں داخل ہو چکی ہو یا ابھی وہ کفر سے محفوظ ہو کم از کم یہ عقیدہ تو ضرور رکھتا ہے کہ نیاز و فاتحہ کرنا، کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا، نبیوں اور ولیوں کے وسیلے سے دعا کرنا، یا انہیں پکارنا مثلاً یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

مسلم کہنا، میلاد شریف منانا وغیرہ امور شرک و کفر ہیں اور چوں کہ اہل سنت و جماعت ان ساری باتوں کے مرتکب ہیں لہذا وہ سب کافر مشرک اور خارج از اسلام ہیں۔ (معاذ اللہ) وہابیوں کا تکفیر مسلمین کا یہی ایک جرم سیکڑوں گمراہیوں پر بھاری ہے۔ جیسا کہ خود وکیل صاحب نے اپنے کتابچے میں بخاری و مسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو ”اے کافر“ کہا تو ان دونوں میں کوئی ایک کافر ہوا، پس جس کو کافر کہا اگر وہ کافر نہیں ہے تو کافر کہنے والے نے کفر کا ارتکاب کیا۔“ (تحریک اصلاح معاشرہ کے تحت، صفحہ: ۷)

حضرت علی اور ان کے ساتھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اگرچہ احتیاطاً خارجی فرقے والوں کی تکفیر نہیں کی مگر ان کا بایکاٹ کیا، اُن سے نفرت کی بلکہ جب اُن لوگوں کی سرکشی حد سے زیادہ ہو گئی اور پانی سر سے اونچا ہو گیا تب صحابہ کرام نے ان خوارج سے جنگ کی اور ایک ہی دن میں پانچ ہزار سے زائد خارجیوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر واصل جہنم کر دیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوارج کو اللہ کی مخلوقات میں سب سے بدترین اور گئے گزرے قرار دیتے تھے۔ (بخاری شریف جلد ۲، ص ۱۰۲۴)

البتہ ان کو کافر قرار نہ دینا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا احتیاط تھا، اس لیے کہ کسی بھی کلمہ گو کو اُس وقت تک کافر نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک کہ اُس کا کفر اطلاع شرعی یقینی کے ذریعے ثابت نہ ہو۔ اطلاع شرعی کا مطلب یہ ہے کہ اطلاع پہنچانے والے شریعت کی رو سے قابل اعتماد ہوں۔ نیز شرعی اطلاع ظنی نہ ہو بلکہ یقینی اور قطعی ہو۔ اسی کے ساتھ تکفیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کفری قول ایسا صریح ہو کہ جس میں بالکل کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ یعنی اُس قول کا وہی معنی سمجھ میں آتا ہو جو کفر ہے اُس کے علاوہ کوئی اچھا معنی مراد لینے کی گنجائش نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کفری قول سے کوئی ایسا معنی مراد لینے کی گنجائش ہو جو کفر نہیں تو ایسے قول کے کہنے والے کو کافر کہنے سے احتیاط کی جائے گی جب تک کہ اس بات کی شرعی یقینی اطلاع نہ ہو جائے کہ کفری قول کہنے والے نے اچھا معنی

مراد نہیں لیا بلکہ کفری معنی ہی مراد لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”کسی سے کوئی کلمہ صادر ہو جس کے سو معنی ہو سکتے ہوں، ۹۹ معنی پر کفر لازم آتا ہو اور ایک پہلو اسلام کی طرف جاتا ہو تو ہم اس کے کفر کا حکم نہ کریں گے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر مراد لیا۔“ (الملفوظ، حصہ دوم، صفحہ: ۲۲۴)

مگر ان ساری باتوں کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد آدمی کفر پر روف ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جو چاہے بکتا رہے کافر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ“

ترجمہ: ”(اے محبوب) جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ ضرور اُس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔“ (سورہ منافقون، آیت: ۱)

”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ“

ترجمہ: ”اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہیں۔“ (سورہ بقرہ، آیت: ۸)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی محض زبان سے کلمہ پڑھے اور اللہ و آخرت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے۔ مگر اسی کے ساتھ دل میں کفری عقیدہ رکھے تو اُس کا زبانی دعویٰ اُسے ہرگز فائدہ نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ یہی حال منافقین کا تھا۔

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ“

ترجمہ: ”یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو اُن کے دلوں پر مہر

کردی گئی اب وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔“ (سورہ منافقون، آیت: ۳)

منافقین نے کلمے یا اسلام کا انکار کر کے کفر نہیں کیا تھا بلکہ وہ کلمہ، نماز، جہاد وغیرہ سب کرتے تھے مگر ان کا کفر یہ تھا کہ اسلام، رسول اسلام اور صحابہ کرام (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا انکار کرتے تھے۔ ایک بار جب دوران سفر منافقوں نے علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا اور ہنسی اڑائی تو اللہ نے اپنے محبوب کو منافقین کی اس حرکت کی خبر دی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوا کر جب دریافت فرمایا تو منافقین بہانے بنانے لگے۔ کہنے لگے ہم تو یوں ہی راستہ کاٹنے کے لیے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ ط قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ آيَاتِهِ وَ رَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ط إِنْ نَعُفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝“

ترجمہ: ”اور (اے محبوب) اگر تم ان سے پوچھو تو ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو (سچی توبہ کرنے کے سبب) معاف کریں تو (توبہ نہ کرنے کی وجہ سے) اوروں کو عذاب دیں گے، کیوں کہ وہ مجرم ہیں۔“

(سورہ توبہ، آیت: ۶۶-۶۵)

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ مگر ایسی کوئی چابی نہیں جس کے دانت نہ ہوں۔ لہذا اگر تو ایسی چابی لے کر آئے گا جس کے دانت سلامت ہوں تو تیرے لیے جنت کے دروازے کو کھول دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حدیث: ۴۳)

اسلام کے وہ بنیادی عقائد جو ضروریات دین کہلاتے ہیں جن میں سے کسی ایک کا بھی انکار آدمی کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے مثلاً اللہ کو ایک ماننا، قرآن کو حق ماننا، ہمارے نبی کو آخری نبی ماننا، نماز، روزہ وغیرہ ارکان اسلام کو فرض ماننا وغیرہ۔ یہ سارے عقائد کلمہ طیبہ کو اس طرح لازم ہیں جس طرح کسی چابی کو اس کے دانت لازم ہوتے ہیں اور جس طرح بغیر دانتوں کے چابی بے کار ہے اُسی طرح ضروریات دین میں سے کسی ایک کے بھی انکار کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے اس اہم مسئلے کو بڑی زبردست اور آسان مثال کے ذریعے سمجھا دیا۔

(و فی توجیہ الاسنان اقوال، والاقرب منها عندنا ما قدمنا.) شاعر مشرق اقبال نے کہا۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل کو کافر نہ کہا جائے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب تک اُس سے قطعی یقینی کفر ثابت نہ ہو اُسے کافر کہنا جائز نہیں۔ لیکن اگر اُس کا کفر قطعی یقینی طور پر پیچھے بیان کردہ تفصیل کے مطابق ثابت ہو گیا تو اب فرض ہے کہ اُس کو کافر مانا جائے۔ اس لیے کہ کسی کافر کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا:

”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ (ترجمہ) ”تم فرماؤ کہ اے کافروں!“ (سورہ کافرون، آیت: ۱)

اگر کوئی کلمہ گو نماز کا انکار کرے یا روزہ، حج وغیرہ ارکان اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کرے یا کلمہ پڑھنے کے باوجود قرآن کو جھوٹا قرار دے یا قرآن کو ادھورا کہے تو ایسے کلمہ گو کے کافر ہونے پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر کوئی لاکھ کلمہ نماز پڑھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بھی توہین کرے تو وہ بالاتفاق یقیناً قطعاً کافر و مرتد اور خارج

اسلام ہے۔ علامہ قاضی عیاض اُنْدُلُسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا:
(ترجمہ) ”امام محمد بن سُحُون نے فرمایا: کہ تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا اور آپ کی شان میں تنقیص (آپ کی شان میں کمی کرنے والا) کافر ہے اور اُس پر اللہ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے تمام اماموں کے نزدیک اُس کا حکم قتل کرنا ہے اور جو شخص اُس کے کافر ہونے اور اُس پر آخرت میں عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(کتاب الشفاء، جلد: ۲، صفحہ: ۲۱۶-۲۱۵ دار الفکر، بیروت)

بلکہ خود وہابیوں کے سب سے بڑے پیشوا، فرقہ بندوں کے سردار، ابوالعباس ابن تیمیہ حرائی نے بھی اپنی کتاب ’الصَّارِمُ الْمَسْلُوبُ‘ میں ’کتاب الشفا‘ کی ٹھیک یہی عبارت نقل کی ہے۔

(الصَّارِمُ الْمَسْلُوبُ عَلَى شَاثِمِ الرَّسُولِ، صفحہ: ۹ و صفحہ: ۵۱۳، مطبوعہ: دار حزم، بیروت)

مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے تحریر فرمایا: ”جب ثابت ہو گیا کہ امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی تخفیفِ شان (گستاخی) کُفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے، پس جو شخص اس مسئلے میں شک کرے وہ کافر ہے، (تو خود) تخفیفِ شان کے مُرتکب کا کیا حال ہوگا؟“ (تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ مترجم، صفحہ: ۲۴۵)

اگر کوئی شخص کھلا ہوا کافر ہے اور کلمہ اسلام کا انکاری ہے تو ایسے کافر کا صرف کلمہ پڑھنا اُس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔ جب انہوں نے لڑائی کے دوران ایک مشرک کے منہ سے کلمہ اسلام سنا تو آپ سمجھے کہ یہ شخص اپنی جان بچانے کے لیے صرف زبان سے کلمہ پڑھ رہا ہے اور اُسے قتل کر دیا۔ جب یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر فرمایا

”کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟“

یہ معاملہ تو اس کافر کا تھا جو سرے سے اسلام کے کلمے ہی کا منکر تھا۔ مگر ایسا کافر جو کلمہ اسلام تو زبان سے پڑھتا ہے مگر اسی کے ساتھ وہ کسی کفر کا مرتکب ہے تو جب تک کہ وہ کلمہ کے ساتھ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے محض زبان سے کلمہ پڑھنے سے وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ قادیانی فرقے والے جو غلام احمد قادیانی مردود کو نبی مانتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ورد بھی کرتے ہیں۔ مگر اُن کا یہ کلمہ پڑھنا انہیں مسلمان نہیں کر دے گا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ و رجوع نہ کر لیں۔ چنانچہ حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے تحریر فرمایا:

”و ان کان کفرہ بجحدود فرض او استباحۃ محرم لم یصح اسلامہ حتی یأتی بالشہادتین و یرجع عما اعتقدہ“

ترجمہ: ”کسی کلمہ گو کا کفر اگر اُس کے کسی فرض کے انکار کے سبب ہو یا کسی حرام کو حلال سمجھنے کی وجہ سے ہو تو اُس کا اسلام لانا درست نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ شہادتین کا اقرار کرے اور ساتھ ہی اپنے کفری عقیدے سے رجوع کرے۔“ (روضۃ الطالبین و عمدۃ المفتین، کتاب الردۃ)

ٹھیک اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین کرنے والا لاکھ کلمہ پڑھے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے کفری عقیدے سے سچی توبہ نہ کرے۔ بلاشبہ ہمیں اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلم ہے۔ اُس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔“

(صحیح بخاری شریف، کتاب الصلاۃ، حدیث: ۳۹۱)

مگر جو اہل قبلہ قطعی یقینی کفر میں مبتلا ہو گئے وہ اہل قبلہ رہے ہی نہیں لہذا ان کی تکفیر ناگزیر ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

”و ان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر مالم

يوجد شيء من امارات الكفر و علاماته و لم يصدر منه شيء من موجباته.“

(ترجمہ) ”اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُس وقت ہے جب اُن میں کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور نہ اُن سے کفر کا کوئی سبب صادر ہوئی ہو۔“ (شرح الفقہ الاکبر، صفحہ: ۷۲-۷۱)

اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو شہادت کا درجہ دے کر اور ان دونوں کے ماننے والے وہابیوں کو بہترین دیندار قرار دے کر وکیل صاحب نے تکفیر مسلمین کے ان اصل مجرموں کو ”ہیرو“ (Hero) ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ پھر اس کے بعد ”کسی مسلمان کو کافر نہ کہئے“ جیسے خوبصورت عنوان کے تحت تکفیر مسلمین کی مذمت بھی کی ہے۔ اگرچہ موصوف نے کسی مخصوص فرقے یا جماعت کا صراحتاً نام نہیں لیا ہے تاہم انہوں نے اپنی تحریر کے سیاق و سباق سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہابیوں کے مخالفین یعنی اہل سنت ہی تکفیر مسلمین کے مرتکب ہیں۔

ارے ہم اہل سنت تو کسی کو کافر کہنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ کسی شخص کا وہابی ہونا ثابت ہو جائے تب بھی اگرچہ ہم اُس پر سختی کرتے ہیں اور اس سے میل جول ترک کرتے ہیں مگر احتیاطاً اُسے کافر نہیں کہتے جب تک کہ اُس کا کفر شرعی یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے۔ مگر اس کے برعکس وہابیوں کا یہ حال ہے کہ ذرا کسی نے کسی نبی یا ولی کے وسیلے سے دعا مانگ لی فوراً اُس پر شرک کا حکم لگا دیتے ہیں۔ جہاں کسی نے فاتحہ پڑھ لی وہ بدعتی اور مشرک ہو گیا۔ جوں ہی کسی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ کھڑے ہو کر پیش کیا وہ شرک کا مرتکب قرار پایا۔ جیسے ہی کسی نے نعرۂ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لگایا تو وہ شرک میں ابو جہل کے برابر ہو گیا۔ جب بھی کسی نے قرآنی آیات لکھ کر تعویذ کے طور پر اپنے گلے میں ڈال لیں اس پر بتوں کی عبادت کرنے کی آفت ٹوٹ پڑی۔ جوں ہی کسی نے کسی بزرگ کی قبر پر فاتحہ پڑھ

لی وہ بے چارہ ”قبر بچو“ ہو گیا۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہو پھینکتے

دیوار آہنی پہ، حماقت تو دیکھئے

وکیل صاحب! جن کے گھر شیشے کے ہوتے ہیں وہ دوسروں پر پتھر نہیں پھینکا کرتے۔ آپ کو دوسروں کی آنکھوں کا تنکا تو نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔ ذرا اپنے بھی گریبان میں جھانک کر دیکھئے۔

اتنی نہ بڑھا پا کی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایک الٹی منطق: اپنے کتابچے میں وکیل صاحب نے سود، زنا، شراب نوشی وغیرہ کبیرہ گناہوں کی روک تھام پر بڑا زور دیا ہے اور قرآن وحدیث کے حوالے سے کہا کہ اگر فاسق وفاجر لوگ اپنے فسق وفجور اور بے حیائیوں سے منع کرنے کے باوجود باز نہ آئیں تو ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ صفحہ: ۷۱ پر لکھتے ہیں:

”قرآن حکیم کی مذکورہ آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی رو سے ہمارے علما و صلحا کا سب سے بڑا فرض نہی عن المنکر ہے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو منکرات پر ٹوکیں، انہیں منع کریں، ان پر تنقید کریں اور اگر باز نہ آئیں تو ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔ ان پر سوشل پریشردائیس، سمجھوتہ کسی حال میں نہ کریں۔ منکر پر قابو پانے کا واحد راستہ یہی ہے۔“

صفحہ: ۱۶ پر لکھتے ہیں: ”آپ کو معلوم ہے کہ خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ جب تک ایسے لوگوں کا سوشل بائیکاٹ نہ ہو ان کے رنگ سے بچا نہیں جاسکتا۔“

فی الحال ہم اس بات سے صرف نظر کرتے ہیں کہ آیا وکیل صاحب نے کتنے لوگوں کو گناہوں سے روکا ہے؟ اور باز نہ آنے پر کتنوں کا بائیکاٹ کیا ہے؟ بلکہ خود کبیرہ گناہوں

سے کتنا بچتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ ساری باتیں سب پر عیاں ہیں۔

بلاشبہ فساق و فجار کی صحبت سے پرہیز لازم ہے مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وکیل صاحب بد اعمالی کی روک تھام کے سلسلے میں قطع تعلق اور بائیکاٹ کو واجب قرار دے رہے ہیں مگر گمراہی اور بد عقیدگی (جو بد اعمالی سے بڑا جرم ہے) کو روکنے کے سلسلے میں جب ہم اہل سنت بائیکاٹ اور قطع تعلق کی بات کرتے ہیں تو وکیل صاحب اسے فرقہ بندی کہتے ہیں اور امت کے افتراق و انتشار کا رونا روتے ہیں۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ

جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

گمراہوں کی مساجد میں نہ جانے کی اصل وجہ:

وہ منافقین جو کلمہ، نماز، جہاد، وغیرہ جملہ ارکان و فرائین اسلام کے بظاہر قائل و عامل تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے اپنے عشق و عقیدت کا جم کر اظہار کرتے تھے۔ اُن کی چرب زبانی اور چکنی چپڑی باتیں سن کر کوئی نیا شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں اسلام و مسلمانوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں منافقین کی زبان کی سحر انگیزی کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

”وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ“ (ترجمہ) ”اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات غور سے سنیں۔“ (سورہ منافقون: ۴)

ابتداءً اسلام میں منافقین کا یہ گروہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ اُن کی مساجد میں نمازیں ادا کرتا تھا، یہ لوگ مسجد نبوی شریف میں حاضر ہو کر بظاہر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر مشیت الہی کو یہ منظور نہ تھا کہ ’خبیث‘ یعنی گندے منافقین سترے مومنین میں گھل مل جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

”مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ“
ترجمہ: ”اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر (اے کلمہ گویان) تم ہو جب تک
جدانہ کرے خبیث کو طیب یعنی ستھرے سے۔“ (سورہ آل عمران، آیت: ۱۷۹)

چنانچہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰ کے تحت مستند تفسیر کی کتابوں میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو منافقین میں
سے ایک، ایک کا نام پکار کر اُسے کھڑا کیا اور مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا: اُخرج يا فلان
فانك منافق، اخرج يا فلان فانك منافق۔ یعنی اے فلاں تو مسجد سے نکل جا اس لیے کہ
تو منافق ہے، اے فلاں تو مسجد سے نکل جا اس لیے کہ تو منافق ہے۔ بعض روایتوں میں یہ الفاظ آئے
ہیں: يا فلان قم فاخرج فانك منافق یعنی اے فلاں کھڑے ہو جا پھر (اُس کے کھڑے ہونے
کے بعد فرمایا) مسجد سے نکل جا اس لیے کہ تو منافق ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس روز
منافقین کو اُن کے ناموں کے ساتھ رُسا کر کے اپنی مسجد سے نکال دیا۔ اس دوران جب منافقین ذلیل
ہو کر مسجد سے نکل رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لیے آ رہے تھے، جب
آپ نے ان لوگوں کو مسجد سے نکلتے دیکھا تو شرم کے مارے آپ ان لوگوں سے چھپنے لگے یہ سمجھ کر کہ
ان کی جمعہ کی نماز چھوٹ چکی ہے اور اب لوگ اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں اور منافقین بھی
اپنی رسوائی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر خوف و شرم کے مارے چھپنے لگے۔ پھر جب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو جمعہ کی نماز ابھی نہیں ہوئی تھی، ایک شخص نے ان سے کہا
اے عمر تمہیں خوش خبری ہو آج اللہ تعالیٰ نے منافقین کو رُسا کر دیا۔ حوالہ: (۱) تفسیر ابن جریر طبری (۲) تفسیر
ابن کثیر (۳) تفسیر بغوی (۴) تفسیر قرطبی (۵) تفسیر خازن (۶) تفسیر درمنثور (۷) تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ۔

جب منافقین کو ہر طرف سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تو ان لوگوں نے اپنے ٹولے کی
تعداد کو بڑھانے کا فیصلہ کیا اور اپنے حلقے کو وسیع کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی تاکہ نماز، ذکر و عبادت کی

دعوت کے بہانے وہ مخلص مسلمانوں کو اپنی مسجد میں لے آئیں، اُن سے راہ و رسم پیدا کر کے اُن کا اعتماد و ہمدردی حاصل کریں۔ پھر جب فرصت و اطمینان کے لمحات میسر آئیں تو انہیں اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کریں۔ ساتھ ہی ابو عامر فاسق جب روم سے مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کی مدد لے کر واپس آئے تو یہ مسجد اُس کے لیے کمین گاہ کے طور پر کام آئے۔ جب منافقین مسجد تعمیر کر چکے تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم نے خاص کر بیماروں، کمزوروں اور بوڑھوں کی آسانی کے لیے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ یہ لوگ اس میں بفرغت نماز ادا کر سکیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسجد میں ایک بار نماز ادا کریں اور برکت کی دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو ہم سفرِ تبوک کے لیے پایہ رکاب ہیں، واپسی میں اگر اللہ کی مرضی ہوگی تو نماز پڑھ لیں گے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے قریب پہنچے تو منافقین حاضر ہوئے اور وہی درخواست پیش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری اور منافقین کی سازش کا پردہ فاش کر دیا۔

”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ط وَلَيَخْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لِمَسْجِدٍ اُسِّسَ عَلٰى الْبُتُوْى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ ۝“

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اُس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے (یعنی ابو عامر فاسق) اور وہ ضرور قسم کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اس مسجد میں آپ کبھی کھڑے نہ رہئے، بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پر ہیز گاری پر رکھی گئی (یعنی مسجد قبایہ مسجد نبوی) وہ اُس قابل ہے کہ آپ اُس میں کھڑے ہوں۔ اُس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔“ (سورہ توبہ، آیت نمبر: ۱۰۸-۱۰۷)

ان آیتوں کے اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کو بلایا اور حکم دیا اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں۔ پھر اسے منہدم کر دو اور اس میں آگ لگا دو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے لیے یہ غضبناک حکم پا کر یہ دو صحابہ فوراً حکم کی تعمیل کے لیے چل دئے اور حکم کے مطابق مسجد کو آگ لگا دی اور اس کو منہدم کر دیا۔ (حوالہ: تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکورہ) اللہ تعالیٰ نے منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار میں نماز پڑھنے سے بلکہ کھڑا رہنے سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا۔ اس لیے کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ عام مسلمان اس مسجد میں جائیں اور منافقین کو انہیں گمراہ کرنے کا موقع ملے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں ایک بار بھی نماز ادا کرتے تو یہ عمل دوسرے مسلمانوں کے لیے دلیل بن جاتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا“ (اے محبوب) ”آپ اس میں کبھی کھڑے نہ رہئے۔“

اسی لیے علمائے اہل سنت لوگوں کو وہابیوں، تبلیغیوں، شیعوں، قادیانیوں وغیرہ کی مساجد میں جانے سے منع کرتے ہیں۔ ایک تو ان گمراہوں کو امام بنانا ہی غلط ہے دوسرے ان کی مساجد میں جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مال و دولت لے کر ڈاکوؤں کے اڈے پر جائے۔ ڈاکو تو پھر بھی دنیاوی مال لوٹتے ہیں مگر یہ لوگ ایمان کی دولت کے لٹیرے ہیں۔

وکیل صاحب! جب آپ کے نزدیک کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا ہر شخص مسلمان ہے چاہے وہ کسی بھی فرقے سے متعلق ہو اور ہر فرقے کی مسجد میں جا کر ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، لہذا انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ شیعوں کی مساجد میں بھی جا کر ان کی جماعت میں شامل ہوں، فرقہ اہل قرآن کے کسی فرد کو اپنا امام بنائیں، قادیانیوں اور مہدیوں کی مساجد میں جا کر ان کے اماموں کے پیچھے بھی نماز ادا کر لیا کریں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ گڑکھائیں اور گلگلے سے پرہیز کریں؟

وحشت میں ہر نقشہ، الٹا نظر آتا ہے

مجنوں نظر آتی ہے، لیلیٰ نظر آتا ہے

نیا جال لایا پُرانا شکاری:

”کوکن فاؤنڈیشن، بھینڈی“ نامی تنظیم کی تشکیل کی ابتدائی میٹنگوں میں (خاص کر بویرے ہال اور مرحوم عباس بھر مال کے کپاؤنڈ میں ہونے والی میٹنگوں میں) وکیل صاحب نے اپنی تقریروں میں بارہا کہا کہ اس تنظیم کا سیاست اور کسی بھی فرقے اور مسلک سے کوئی تعلق نہیں۔ اس تنظیم کی بنا کا اصل مقصد کوکنی برادری کی فلاح و بہبود اور تعلیمی ترقی ہی ہے۔ یہ تنظیم ہر اس ضرورت مند کی مدد کرے گی جو کوکنی برادری کا فرد ہوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، بلکہ بھینڈی کے کوکن میلے کے اختتام کے دوسرے دن چند معزز حضرات نے جب وکیل صاحب سے کوکن میلے میں ثقافت کے نام پر وہابی عقائد کی مبینہ تشہیر کی گھناؤنی سازش سے متعلق استفسار کیا تو آں جناب نے کھلے لفظوں میں کوکن میلے اور کوکن انٹرنیشنل سے اپنی لا تعلقی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہماری تنظیم کوکن فاؤنڈیشن ہے جس کا کسی فرقہ سے بلکہ مذہب ہی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایڈوکیٹ صاحب! جب آپ کی کوکن فاؤنڈیشن کا تعلق کسی فرقے سے نہیں، بلکہ مذہب اسلام ہی سے نہیں تو آخر آپ نے اپنی تنظیم کی جانب سے ایک ایسے کتابچے کی اشاعت کیوں کی جس کا موضوع سراسر مذہبی اور دینی ہے؟ بھینڈی اور اطراف کے سنی کوکنیوں سے جو آپ نے برادری کی ترقی کے نام پر لاکھوں لاکھ روپے زکوٰۃ کے طور پر وصول کیے ہیں کیا وہ روپے اسی لیے جمع کیے ہیں کہ بجائے زکوٰۃ کے مستحقین کو پہنچانے کے آپ اس طرح کے لٹریچر شائع کرتے پھریں؟ کیا شریعت میں زکوٰۃ کے روپیوں سے کوئی دینی لٹریچر شائع کرنا جائز ہے؟ کیا اس طرح سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ خاص کر ایسا لٹریچر جس سے براہ راست حق کو نقصان اور باطل کو فائدہ پہنچے۔ آپ نے تو کوکنی سنیوں کو دوہرا نقصان پہنچایا ہے بلکہ ایک تیر سے دو شکار کیے ہیں۔ ایک تو بے چاروں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی جس کے سبب وہ گنہگار ہوئے، دوسرے اُن کا پیسہ اُن ہی کے ایمان و عقیدے کے خلاف استعمال کیا۔ مگر اس کے باوجود قوم کے خیر خواہ اور اتحاد ملت کے ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہیں۔ مگر اب لوگ بیدار ہو رہے ہیں۔

قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا اُلُو کب تک سیدھا کیا جاتا رہے گا؟

قریب ہے یارو! روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

چلتے چلتے وکیل صاحب سے ہماری آخری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ کا ضمیر ابھی مرا نہیں، دین کے نام پر کچھ بھی شرم و حیا باقی ہے اور ہمارے اس مضمون سے آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے تو جلد از جلد خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں، گمراہیوں سے توبہ کر لیجئے اور جس طرح آپ نے اپنے کتابچے کو گھر گھر تقسیم کروایا ہے اسی طرح ایک توبہ نامہ شائع کر کے جلد از جلد تقسیم کروادیتے۔ حدیث شریف میں آیا: ”خفیہ گناہ پر خفیہ توبہ اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ ضروری ہے۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۱۶۷۷۵)

اور اگر آپ کو استعمال کیا جا رہا ہے، آپ کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانے والا کوئی اور ہے، کتابچہ کسی اور نے لکھا ہے اور آپ کی حیثیت صرف ایک ”ڈمی“ کی ہے تب تو آپ اُس جُچھے ہوئے چور کو بھی حاضر کیجئے۔ اور اس صورت میں بھی آپ پر توبہ کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ کسی گناہ پر رضامندی یا مدد کرنا خود اتنا ہی بڑا گناہ ہے۔

اور رہا سوال اُس تحریر کا جس میں آپ نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو بہلانے کے لیے دل آزاری کی شرط پر لوگوں سے معافی مانگی ہے اور دو مرتبہ خدا کی قسم کھا کر اپنی نیت کی صفائی پیش کی ہے۔ جس وقت میں نے وہ تحریر پڑھی مجھے قرآن کریم کی یہ آیت یاد آئی: وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (ترجمہ) ”اور وہ ضرور قسم کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔“ (سورہ توبہ، آیت: ۱۰۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اُس تحریر میں آپ نے اپنی غلطی اور جرم کا اعتراف نہیں کیا، دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ نے غلطی تسلیم نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ بھی نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس

اتحاد و اتفاق کے قیام جیسے دلکش الفاظ استعمال کر کے اپنے اس غیر شرعی اقدام کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

وکیل صاحب! یہ آپ کا دنیاوی کورٹ نہیں کہ الفاظ کے داؤ پیچ کے ذریعے آپ اپنا اُلوسیدھا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ آپ نے اپنی تحریر میں لوگوں سے معافی مانگ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ آپ نے اپنی غلطی سے رجوع کر لیا ہے لہذا اب آپ کے اور آپ کی تحریر کے خلاف کچھ کہنے اور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، حالانکہ نہ آپ نے غلطی قبول کی ہے اور نہ ہی توبہ کی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگی تو لوگوں سے معافی و معذرت چاہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دے اور اُس سے کہے ”میں نے جو تمہاری ماں کو گالی دی ہے بالکل ٹھیک دی ہے، اس سے میرا مقصد سچائی کا اظہار کرنا ہے، لیکن اگر اس سے تمہاری دل آزاری ہوئی ہو تو میں تمہ دل سے معذرت اور معافی چاہتا ہوں“۔

نہ تم سمجھے نہ ہم آئے کہیں سے

پسینہ پوچھیے اپنی جبین سے

ہمیں اُمید ہے کہ آپ جلد از جلد اپنی غلطی کا اعتراف اور توبہ نامہ شائع کر کے تقسیم کروائیں گے۔ ورنہ مجبوراً ہم سنیوں کو آپ ہی کے بقول آپ کا سوشل بائیکاٹ کرنا پڑے گا، جیسا کہ خود آپ ہی نے اپنے کتا بچے میں لکھا ہے کہ ”آپ کو معلوم ہے کہ خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے، جب تک ایسے لوگوں کا سوشل بائیکاٹ نہ ہو ان کے رنگ سے بچا نہیں جاسکتا“ (تحریک اصلاح معاشرہ کے تحت، صفحہ ۱۶)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

والصلاة والسلام على رسولہ الکریم، وعلى آله وصحبه الکرام اجمعین،

والحمد لله رب العالمین.